عدلِ پیغمبری

(ازجناب مولانا عبدالجلیل صاحب بستوی فاضل رحمانیہ)

دنیا کی قدیم وجدید امتوں نے جہاں ہزاروں مسائل میں غلطیاں کیں، انسانیت جس طرح سینکڑوں مقامات میں سنت مستقیمہ سے بھٹک کر چاہ ضلالت میں گری، دنیا نے جیسے بیسیوں حقائق کے چہروں سے بہت دیر میں نقاب ہٹایا بعینہ اسی طرح عدل وانصاف کے معاملہ میں بھی قوموں نے بہت ٹھوکریں کھائیں۔ زمانے نے دیر میں فیصلہ کیا بالآخر عدل کو اپنی اصلی جگہ مل گئی۔ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔

حقیقت کچھ دیر کیلئے چھپ تو سکتی ہے مگر مٹ نہیں سکتی جب حقیقت شناس نظریں پیدا ہونگی تو حقیقت بے نقاب ہوکر سامنے آجائے گی۔ ذیل کے مقالے میں عدل وانصاف کی تشریح کی ایک حقیر کوشش کی گئی ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں مگر پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ اہل عرب یوں بولتے ہیں عَدَلَ الشَّیْءَ کسی چیز کو برابر کردیا۔ عَدَلَ الْمِیْزَانَ۔ ترازو کے دونوں پلوں کو برابر کیا۔ عَدَلَ الْحُکْمَ تَعْدِیْلًا برابر کا فیصلہ کیا کسی کے حق میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ اَلْعَادِلُ۔ ہر شخص کو اسکا برابر حق دینے والا۔ عَدَلَ الْحَاکِمُ۔ حاکم نے انصاف کیا ذوی الحقوق میں سے ہر ایک کو اسکا اپنا اپنا حق دیدیا۔ عَدَلَ فُلَانًا بِفُلَانٍ۔ دو آدمیوں کو برابر کا حق عطا کیا۔ (دائرۃ المعارف وقاموس)

انھیں حروف سے بنے بنائے لفظ "عدالت گاہ" کو تم بولتے رہتے ہو اور یہی لفظ ہے کہ تم کسی حاکم کے چند اچھے فیصلوں کو دیکھکر اسے "عادل" کہنے لگتے ہو۔ مگر کیا تم نے حکام کی پوری تاریخ پڑھی، کیا تم نے قوموں اور امتوں کو عدل کی ترازو میں تولا کیا مختلف مذاہب وادیان کی مذہبی عدالت گاہوں کے فیصلے دیکھے۔ اور کیا دنیا جہان کی عدالت گاہوں کا جائزہ لیا؟ اگر نہیں تو پھر تم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اینٹ اور پتھر، چونے اور گارے کی مضبوط اور سربفلک عمارتوں کو دیکھکر ان کو "عدالتگاہ" کہنے لگو۔ اور اگر تمہیں حکام کی ستم کیشیوں اور جفاکاریوں کا علم نہیں تو پھر تمہیں اس کا بھی حق نہیں کہ انھیں تم عادل کہو۔ اگر مذاہب عالم اور ادیان دہر کی دینی عدالت گاہوں کے تم نے فیصلے نہیں دیکھے تو تم کو کس نے اجازت دی کہ ان مذاہب کو بانیان عدل کہو۔

چاہیے کہ تمہارا ہر فیصلہ عقل ودانش کا فیصلہ ہو، تمہیں صحیفہ سماوی، اور آخری کتاب قرآن کریم تعقل وتدبر کی دعوت دیتا ہے مثلاً اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ۔ یعنی "عقل اور تدبر سے کیوں کام نہیں لیتے" نیز قرآن کریم نے قومی گمراہی کا سبب یہ بتلایا ہے کہ دعوت حق کی قبولیت کے راستہ میں آباء واجداد کی اندھی تقلید ہمیشہ روک بنی ہے لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم بالکل خالی الذہن ہوکر مسئلہ زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور حق وحقیقت کا اعلان کردیں۔

اسلئے کہ وہ حقیقت ہے اور کذب و بطلان سے انکار کردیں کہ وہ کذب ہے۔

آیئے ہم انھیں اصول کے ماتحت اب عدل کے معنی پر غور کریں، آپ کو معلوم ہے فلاسفران مذہب نے عدل کی دو قسمیں کی ہیں۔ عدل وضعی۔ عدل فطری۔ عدل وضعی اس عدل کو کہتے ہیں جسے مختلف قوموں اور گروہوں کے ادیان و مذاہب نے اپنے اپنے پیروان مذہب کیلئے وضع کر رکھا ہے مثلاً ہندو دھرم کا کچھ وضعی عدل ہے اور دین مسیحی کا وضعی عدل کچھ اور۔ اور یہودیت کا اور ہی وعلی ہذا القیاس۔

الغرض دین و دہرم کی کتابوں میں عدل و انصاف کے جو اصول و قوانین اور قواعد و آئین منضبط ہوتے ہیں انھیں کو "عدل وضعی" کہا جاتا ہے۔ اور عدل فطری یا عدل طبیعی اس عدل کو کہتے ہیں جسکو فطرت انسانی چاہتی ہو یعنی عقل سلیم وہ سارے حقوق اور تمام مطالبات اور جمیع استحقاقات جو کہ طبیعت کے حقوق ہیں طبیعت کو دیدے یعنی ایسا نہ کیا جائے کہ طبیعت من حیث طبیعت فطرت من حیث فطرت کسی چیز کی متقاضی ہو مگر اقتضار طبع کو ٹھکرا دیا جاے۔ ایسے عدل کو عدل فطری اور عدل طبیعی کہتے ہیں۔

ہو بہو عدل ہی جیسی حقوق انسانی کی بھی تقسیم کی گئی ہے۔ اول حقوق وضعی۔ ثانی حقوق فطری۔

حقوق وضعی ان حقوق کو کہا جاتا ہے جو قوموں اور امتوں کے نظام ملکی اور معیشی کے برقرار رکھنے کیلئے وضع و ترتیب دیئے جاتے ہیں اور انھیں آئین کا جامہ پہنایا جاتا ہے چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اسلئے لازمی طور پر اسے اجتماعی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے اور اجتماعی زندگی کے لوازمات میں سے ہے کہ اپنے حقوق دوسروں سے لے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے کسی نے اسے تکلیف دی تو انتقام لے اور اگر کسی کو ایذا پہنچائی تو بدلہ دے۔ یہ اور اس قسم کے حقوق جن کی تفصیلات کو آئین کا جامہ پہنایا گیا ہو "حقوق وضعی" کہا جاتا ہے۔

اور حقوق طبعی یا فطری ایسے حقوق کو کہتے ہیں جو انسان کے پیدائشی حقوق ہوں یعنی انسان اپنی خلقت اور فطرت ہی کے اعتبار سے جن حقوق کا مستحق ہو جاتا ہے ان کو حقوق فطری کہتے ہیں مثلاً انسان کو زندہ رہنے کا پیدائشی حق ہے یہ جو تم آئین کی کتابوں میں پڑھتے ہو کہ کسی کو ناحق قتل کرنا جرم ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ انسان کے زندہ رہنے کا حق یہ وضعی حق بنگیا۔ نہیں نہیں یہ تو قاتل کے حق میں ایک وضعی آئین ہے یہی وجہ ہے کہ تم کسی قانون میں یہ لکھا ہوا نہ دیکھو گے کہ "زندہ کو زندہ رہنے کا حق ہے" یا "انسان کو سانس لینے کا حق ہے" یا "آنکھ والے کو دیکھنے کا حق ہے" کیا ان حقوق کے متعلق کوئی قانون ملتا ہے؟۔ اس قسم کے حقوق کو فطری حقوق کہتے ہیں۔

الحاصل اس تفصیل کے بعد ہم عدل پیغمبری کو مدعیان عدل کے دعوی عدل کے ساتھ جانچتے ہیں۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۔ یعنی اے پیروان دعوت اسلام اور اے فدایان ملت بیضا تم کو کسی قوم کی عداوت ظلم و تعدی پر نہ آمادہ کرے تم عدل کا دامن نہ چھوڑو۔ تم عدل کرتے رہو کیونکہ عدل ہی تقوی کے مناسب ہے" اللہ اللہ اس تہذیب و تمدن کی دنیا میں اس عروج و ترقی کے زمانے میں عدل کا کیا حشر ہو رہا ہے اگر موجودہ دور کے

مظالم اور ستمرانیوں کا جگر دوز قصہ چھیڑا جائے تو رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ تہذیب و تمدن کے علمبرداروں، انسانیت مقدسہ کی حفاظت کے مدعیوں، عدل و انصاف کے کذاب حامیوں۔ جفاکاریوں اور ظلم کیشیوں کے جیتے جاگتے پتلوں کی زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوجائے کہ ان کے وضع کردہ آئین ملکی اور قوانین سلطنت کی کتاب میں عدل و انصاف کا کوئی باب نہیں۔ چونکہ نیچریت کا زور ہے اور فطرت و طبیعت کا دوردورہ۔ اسلئے ہم سب سے پہلے حقوق طبیعی کیساتھ دینیلئے جو عدل و انصاف برتا ہے اُسے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حقوق طبیعی کے بہت اقسام ہیں مختصراً مشتے نمونہ از خروارے پیش کیا جاتا ہے
اول، حیاتِ انسانی۔ انسان کو زندہ رہنے کا فطری حق حاصل ہے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ناحق اسکی زندگی سلب کرلے، نیز خود انسان کو بھی یہ حق نہیں کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرلے۔ اس حق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حفاظت خود اختیاری کے لئے انسان مدافعت عن النفس کا مجاز ہے۔

غور کرو یہ حق کس طرح انسان کو دیا گیا ارشاد ہے۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا الی قال فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (مائدہ) جسنے کسی انسان کی زندگی کا ناحق خاتمہ کردیا اُسنے ہر متنفس کو قتل کردیا۔ کیونکہ انسان کو زندہ رہنے کا فطری حق ہے اور فطرت میں سبھی برابر ہیں پس جب کسی نے کسی ایک کے فطری حق کو پائمال کردیا تو گویا اس نے تمام بنی نوع انسان کے حقوق فطریہ کو برباد کردیا سبحان اللہ کیسا پاکیزہ عدل ہے اور کیا ہی انصاف پروری ہے۔ انسان کو اس سے بڑھکر زندہ رہنے کا اور کیا حق دیا جاسکتا ہے جو پیغمبر عربی نے دیا ہے۔

نیز ارشاد ہے وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ الخ۔ اے لوگو اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اور حفاظت نفس کیلئے فرمایا اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا الخ یعنی مظلوموں کو حق مدافعت دیا جاتا ہے اور نظام زندگی استوار کرنے کیلئے فرمایا وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ الخ اے لوگو تمہارے لئے قصاص میں نظم حیاۃ مضمر ہے۔ قتل تو درگذر انسان کو کسی عضو کے معطل تک کرنیکی اجازت نہیں رسول عربی علیہ السلام نے اسے تغییر خلق اللہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ قطع عضو اور تعطیل جوارح کے متعلق فرمایا ملعون من خصی او اختصی الخ جو قوت مردمی کو زائل کرنے کیلئے خصی ہوجائے وہ ملعون و مردود ہے۔ یہاں پہونچکر ذرا ٹھہر جاؤ اور دنیا کی ناانصافیوں کو بھی دیکھ لو۔ قدیم عرب کو دیکھو ان کی بچیوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا مسیحیت کو دیکھو مسیح کی تعلیم انسان کو اس کے فطری حق سے محروم کررہی ہے کیونکہ وہاں اپنی حفاظت کیلئے بھی ظالم کے مقابلے کی ممانعت ہے۔

قدیم یونانیوں اور رومانیوں کی تاریخ پڑھو جن کے یہاں اعضا بدن کی قطع و برید کو بڑی نیکی سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح قدیم شرائع و ادیان میں قتل نفس تک کو مستحسن سمجھ رکھا گیا تھا اور بیدردی کے ساتھ اپنی زندگی کا خاتمہ کردیا جاتا تھا۔

دور نہ جاؤ ہندوستان کی قدیم تاریخ دیکھو شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو زندہ رہنے کا حق نہ تھا۔ ناانصافی اور ظلم کی اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ ایک معصوم عورت اپنی متاع زندگی اور خرمن حیات کو نذر آتش کردے۔ عورت مجبور تھی کہ ایسا ہی کرے کیونکہ دھرم کا فیصلہ یہی تھا اور سوسائٹی کا ظالمانہ مطالبہ بھی یہی تھا یہی وہ قبیح رسم ہے جس کو ستی کے

نام سے یاد کرتے ہیں۔

ثانی، آزادیٔ ضمیر۔ انسان کے فطری حقوق میں سے ہے کہ اسکو آزادی رائے اور حریت اعتقاد حاصل ہو اور انسان کو یہ بھی حق فطری حاصل ہے کہ نظام مملکت میں مشیر کار اور امور دنیویہ میں رائے دہندہ ہو۔ غور کیجئے دنیا کے مقنن اعظم پیغمبر عربی علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اے پیغمبرؐ اگرچہ تجھے معلوم ہے۔ اگرچہ تو منصب نبوت پر ہے اگرچہ تو دنیا کا سب سے بڑا انسان ہے مگر تو معاملات میں قوم سے مشورہ لیا کر۔ لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ۔ تو ان پر ڈکٹیٹر بنا کر مسلط نہیں کیا گیا آج کل کی دنیا کے خونچکاں منظر پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے چلو۔ ہٹلر جرمنی نازی ڈکٹیٹر آج دنیا کے امن وامان کیلئے قہر بنا ہوا ہے۔ خدا اسے ہدایت دے۔ اسٹالین ... روسی ڈکٹیٹر دنیا کی پر امن زندگی کیلئے بھوت سمجھا جاتا ہے۔ اطالیہ کا ڈکٹیٹر مسولینی اپنی قوم کی جان کیلئے ایک مہیب خطرہ جانا جاتا ہے۔ جنرل فرانکو کی تاریخ کچھ کم بھیانک نہیں ہے۔ ان واقعات کے بیان کرنیکا لیکن یہ مقصد نہیں ہے کہ تم موجودہ جمہوریت کے سیاہ چہروں کی نقاب کو نہ پھاڑ پھینکو۔

دشتِ عرب کے آخری پیغامبر ریگستان حجاز کے آخری داعی اور پیکر عدل وانصاف کے آخر الزماں نبی علیہ السلام کی عملی زندگی کو دیکھو غزوۂ احد کے موقع پر قوم نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا۔ آپ نے اپنی رائے منسوخ کر دی۔ ڈکٹیروں کی سوانح پڑھو اور جمہوریتوں کی نقابوں کو پھاڑو تمہیں نظر آئے گا کہ کیا ہو رہا ہے۔ بیزنطینی شہنشاہیت۔ رومن امپائر۔ . . فرمانروایان بابل۔ اسکندر مقدونی، آشوربنی پال نینوائی۔ اور بخت نصر جیسے سفاک کے دور میں کیا یہودی کو زندہ رہنے کا حق تھا؟ اور کیا بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادی گئی؟ اور کیا اللہ کے اس مقدس گھر میں کوڑے کرکٹ اور گندگیاں نہیں جمع کی گئیں؟ اور کیا بیت المقدس کے مقدس پیالوں میں شراب نہیں پی گئی۔ چھٹی صدی مسیحی کے ان مظالم کو بھی نہ بھولو جو مسیحیت کی تاریخ میں "ازمنۂ مظلمہ" کے جلی عنوانات کی شکل میں ثبت ہیں۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ہی کی منصفانہ تعلیم تھی جس نے فاتح اسکندریہ اور گورنر مصر عمرو بن العاص کے بیٹے کو ایک حقیر مصری سے تھپڑ لگوایا تھا اور اختلاف مذہب اور اختلاف عقیدہ انصاف کے راستہ میں روک نہ بن سکا۔ آج دنیا کے گورنروں کے بھنگی رعایا کے کسی رئیس فرد کو بھی اگر مار دیں تو عدالت کے کٹہروں میں اسکی کوئی شنوائی نہ ہو۔

آزادی ضمیر کی جس طرح خونریزی مسیحیت نے کی ہے اسکا مختصر خاکہ بھی نہیں پیش کیا جا سکتا مسئلہ وحدۃ الوجود کی تحقیق اور بیان کے جرم میں مشہور ومعروف پروفیسر برونو کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ لوتھر پر مذہبی عدالت کا سب سے بڑا یہ الزام تھا کہ اس کا عقیدہ بگڑ گیا۔ ڈی رومینس کی نعش کو معاس کی کتابوں کے نذر آتش کردینے کا بڑا سبب صرف یہ تھا کہ اس نے قوس قزح کے بارے میں قدیم اعتقاد کے سامنے سر خم نہیں کیا۔ فرانس کے بوڑھے گلیلیو پر عدالت نے پھانسی کا جرم عائد کیا محض اسلئے کہ وہ زمین کو متحرک مانتا تھا

دنیا کے مظالم کا داستان گو کبھی اس فسانہ سرائی سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ پرویز کا عیسائیوں کے گرجاؤں کو مسمار کر دینا۔ اور عیسائیوں کا پارسیوں کی عبادت گاہوں کا ڈھا دینا۔ بادشاہان روما کا یہودیوں کی خانقاہوں اور معابد کو پست کر دینا۔ کیا یہ سب محض اختلاف عقائد ہی کی بنا پر نہ تھا۔

سینکڑا چارج کی تعلیم میں کیا گوتم بدھ کے فرمانبرداروں کو ہندوستان میں رہنے کی اجازت تھی۔ اور کیا جینی اور اتباع گوتم بدھ نے ہندوؤں کی پوتھیوں اور ان کے خاندانوں کو فنا کرنیکی کوشش میں کوئی کسر اٹھا رکھی؟ اگرچہ یہ بحث نہایت طویل الذیل اور تفصیل طلب ہے مگر ہم بغرض اختصار ختم کرتے ہیں اور اعتقادی حریت اور آزادی ضمیر جیسے فطری حقوق کے ساتھ دنیا نے جو ناانصافی کی اسی پر بس کرتے ہوئے اور بقیہ حقوق فطریہ کو پیش کر رہے ہیں۔

تیسرے، آزادی کسب و عمل۔ انسان طبعی طور پر اس کا مستحق ہے کہ اللہ کی زمین سے فائدہ اٹھائے اور زراعت کرے۔ نیز حرفت و صنعت، ایجاد و اختراع، تجارت اور معاملات، بیع و شراء وغیرہ امور میں جائز حد تک مختار ہو۔ اسلام کی پہلی صدی کا مورخ رومیوں اور فارسیوں ہندیوں اور یونانیوں کی صنعتی ترقیوں کا سبب پکار پکار کر ظاہر کر رہا ہے کہ یہ ترقی محض اسلام کی آزادی کسب و عمل کی بدولت ہوئی۔ اسلام نے اموال تجارت کی شرح درآمد و برآمد کیلئے ایسا تنگدلانہ آئین جو نسلی قومی، ملکی مذہبی اصول پر مبنی ہو نہیں وضع کیا۔ آج مہذب دنیا کی تاریخ پڑھو ہر جماعت اور ہر قوم ہر ملک اور ہر نسل اموال تجارت کی درآمد و برآمد کی شرح محاصل میں کیا رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ ہندوستان کی تجارت کی بھی بربادی پر چند قطرے آنسو بہا اور دیکھو بربادی تجارت کا کیا سبب ہے۔ ہندوستان کی چھینٹ۔ چاندنا سلک اور ریشمین کپڑے دنیا کے بازاروں اور مارکیٹوں پر قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ لنکا شائر اور مانچسٹر کے کپڑوں کی جگہ معلوم ہے کون کپڑے استعمال کئے جاتے تھے اسی ہندوستان ہی کے کپڑے تو تھے۔ مگر ہندوستان کی اشیاء کی برآمد پر خصوصاً ریشمین کپڑوں کی برآمد پر جب پچھتر فیصدی محصول لگایا گیا۔ اور درآمد کی چیزوں پر زیادہ سے زیادہ خفیف محصول رکھا گیا تو لازمی طور پر ہندوستان کی تجارت برباد ہو گئی۔ آج بھی شرح محاصل درآمد و برآمد برابر نہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر کیا کہہ سکتے ہو کہ دنیا کی عدالتگاہوں میں انصاف ہوتا ہے۔

آزادی حیاۃ۔ آزادی ضمیر، آزادی کسب و عمل، انکی اجمالی طور پر اسلامی اور غیر اسلامی تصویر پیش کی جا چکی ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ عدالت گاہ مدینہ کے سوا کسی دوسری عدالت نے بھی عدل و انصاف کا ساتھ دیا ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلاؤ ان واقعات کی کیا تاویل کروگے؟ یقیناً مجبور ہو کر کہنا پڑے گا کہ عدل و انصاف کیلئے ساری عدالتگاہوں کے دروازے بند ہیں وہاں عدل اور انصاف کو گھسنے کی گنجائش نہیں۔

عدل مذبوح ہو چکا تھا۔ انصاف کا خون بہایا جا چکا تھا پھر اسلام ظاہر ہوا اور اعلان کر دیا "عدل کرو یہی پرہیزگاری کی راہ ہے" یہ اعلان ہونا تھا کہ ظلم و ستم کے قصروں میں زلزلہ آگیا، مظالم و استبداد کے اونچے اونچے محل زمین پر ڈھیر ہو گئے ظالموں اور غاصبوں کے بدن تھرا اٹھے۔ یہ ہے عدل پیغمبری کی ادنیٰ جھلک۔ (باقی)